جدید دنیا میں چرواہے
(Pastoralists in the Modern World)

4917CH05

شکل 1۔ مشرقی گڑھوال کے بگیالوں پر بھیڑیں چرانا

12,000 فٹ کی بلندی سے بھی اوپر بگیال قدرتی چراگاہوں کے وسیع علاقے ہیں۔ یہ سردی کے موسم میں برف سے ڈھک جاتے ہیں لیکن اپریل کے بعد ہر طرف ہریالی چھا جاتی ہے۔ اس موقع پر پورے کا پورا پہاڑی علاقہ مختلف قسم کی گھاسوں، جڑوں اور جڑی بوٹیوں سے ڈھک جاتا ہے اور ان پر جنگلی پھولوں کا ایک فرش سا بچھ جاتا ہے۔

اس باب میں آپ خانہ بدوش چرواہوں کے بارے میں پڑھیں گے۔ خانہ بدوش وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی ایک جگہ پر رہائش اختیار نہیں کرتے بلکہ اپنی روزی کمانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے پھرتے ہیں۔ ہندوستان کے کئی حصوں میں آپ ان خانہ بدوش چرواہوں کو اپنی بھیڑوں، بکریوں، اونٹوں یا مویشیوں کے ساتھ گھومتے دیکھ سکتے ہیں۔ کیا آپ کو کبھی تعجب نہیں ہوتا کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں اور ان کی منزل کہاں ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی زندگی کس طرح گزارتے ہیں اور کس طرح کمائی کرتے ہیں اور ان کا ماضی کیا رہا ہے؟

بہت کم ہی ایسا ہوا ہے کہ ان چرواہوں کا تاریخ کے صفحات میں ذکر آیا ہو۔ جب بھی آپ اپنی کلاسوں میں تاریخ یا علم معاشیات کا مطالعہ کرتے ہیں، آپ کو زراعت اور صنعت کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ اہل حرفہ کے بارے میں بھی پڑھتے ہیں لیکن آپ نے چرواہوں کے بارے میں کم ہی پڑھا ہوگا۔ مؤرخین کے رجحان سے تو ایسا ہی لگتا ہے کہ اُن کی زندگی کا کوئی مقصد ہی نہ ہو اور ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ یہ تو بس ماضی کی ایسی شکلیں ہیں جن کا جدید سماج میں کوئی مقام ہی نہ ہو۔

اس باب میں آپ دیکھیں گے کہ ہندوستان اور افریقہ کے سماجوں میں چراگاہی زندگی کس درجہ اہم رہی ہے۔ آپ یہ بھی پڑھیں گے کہ نوآبادیاتی نظام نے ان کی زندگی کو کس طرح متاثر کیا اور اُنھوں نے جدید سماج کے دباؤ کے تحت خود کو کس طرح ڈھال لیا۔ اس باب میں ہم پہلے ہندوستان اور اس کے بعد افریقہ پر روشنی ڈالیں گے۔

1 چراگاہی خانہ بدوش اور اُن کی آمدورفت

1.1 پہاڑوں میں

آج بھی جموں اور کشمیر کے گوجر بکروال بھیڑ بکریوں کی گلے بانی کرتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر اپنے جانوروں کے لیے چراگاہوں کی تلاش میں، اُنیسویں صدی میں ہجرت کر کے آئے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے اس علاقے میں مستقل سکونت اختیار کر لی، لیکن گرمیوں اور سردیوں کی میدانی چراگاہوں میں ہر سال اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ سردیوں میں جب بلند پہاڑی علاقے برف سے ڈھک جاتے تو یہ شوالک سلسلے کی نچلی پہاڑیوں میں اپنے گلوں کے ساتھ رہنے لگتے تھے۔ یہاں پر واقع خشک جھاڑ جھنکاڑ کے جنگلات اُن کے گلوں کے لیے چراگاہ فراہم کرتے تھے۔ اپریل کے اخیر میں، وہ اپنا سفر شمال کی جانب شروع کرتے تھے جو اُن کی گرمیوں کی چراگاہوں کے لیے ہوتا تھا۔ اس سفر کے لیے کئی کنبے مل جاتے تھے جو ایک قافلے کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ وہ پیر پنجال کے درّوں کو پار کر کے وادی کشمیر میں داخل ہوتے تھے۔ گرمیوں کا موسم شروع ہونے تک برف پگھلنے لگتی اور پہاڑی علاقوں میں ہر طرف دور دور تک سبزہ زار کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے۔ مختلف شکل کی اُگی ہوئی گھاسیں اُن کے جانوروں کو تغذیہ بخش چارہ فراہم کرتی تھیں۔ ستمبر کے آخری حصے میں یہ بکروال دوبارہ چل پڑتے لیکن اُن کا یہ سفر نیچے کی جانب ہوتا تھا جو اُن کی سردیوں میں قیام کی جگہ ہوتی ہے۔ جب بلند پہاڑ برف سے ڈھک جاتے تو وہ اپنے گلوں کو نچلی پہاڑیوں میں چراتے تھے۔

پہاڑوں کے ایک مختلف علاقے میں، ہماچل پردیش کے گدی چرواہوں کی آمدورفت کا ایک ایسا ہی دَور ہوتا تھا۔ یہ چرواہے بھی اپنی سردیوں کا موسم شوالک کی نچلی پہاڑیوں کے سلسلے میں گزارتے تھے۔ جہاں وہ اپنے گلّے جھاڑ جھنکاڑ کے جنگلات میں چراتے تھے۔ اپریل کا مہینہ آنے تک وہ شمال کی جانب چل پڑتے تھے اور اپنی گرمیاں لاہول اور اسپتی میں گزارتے تھے۔ جب برف پگھلتی اور بلندی پر واقع درّے صاف ہوتے تو ان میں سے بیشتر بلندی پر واقع پہاڑی مرغزاروں میں چلے جاتے تھے۔ ستمبر آنے تک

ماخذ A

1850 کے دہے کی ایک تحریر جی۔ سی۔ بارنس نے کانگڑا کے گوجروں کا حال درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

''پہاڑیوں کے اندر گوجر بالکل ایک چراگاہی قبیلہ ہیں۔ یہ کاشتکاری تقریباً کرتے ہی نہیں۔ گدیوں کے پاس بھیڑ بکریوں کے گلے ہوتے ہیں جبکہ بھینس گوجروں کی دولت ہیں۔ یہ لوگ جنگلات کے مضافات میں رہتے ہیں اور اپنی روزی روٹی صرف دودھ، گھی اور اپنے گلوں کی دوسری پیداوار فروخت کر کے کماتے ہیں۔ مرد اپنے مویشی چراتے ہیں اور اپنے گلوں کی دیکھ بھال کے لیے ہفتوں جنگلوں میں گزارتے ہیں۔ ہر صبح عورتیں اپنے سروں پر ٹوکریاں رکھے بازار کی تیاری کرتی ہیں جن میں رکھے چھوٹے چھوٹے مٹی کے برتنوں میں ضرورت کے مطابق اُن کی وہ روزانہ کی خوراک بھی ہوتی ہے جس میں دودھ، گھی اور مکھن شامل ہوتے ہیں۔ گرم موسم میں گوجر عام طور سے اپنے گلے بالائی پہاڑی سلسلوں میں لے جاتے ہیں جہاں اُن کی بھینسیں اُس مقوی گھاس کا مزہ لیتی ہیں جو بارش کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُن کو درجہ حرارت اور آب و ہوا کی وہ معتدل حالت ملتی ہے جس سے اُن زہریلی مکھیوں سے بچاؤ ہوتا ہے جو میدانی علاقوں میں اُن کے وجود کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔

تصنیف: جی۔ سی۔ بارنس سٹل منٹ رپورٹ آف کانگڑا، 55-1850۔

شکل 2۔ وسطی گڑھوال میں بلند پہاڑوں پر ایک گوجر منڈپ
گوجر مویشی گلے بان ان منڈپوں میں رہتے ہیں جو رنگل سے بنایا جاتا ہے جو نگیال کے بانس اور گھاس سے بنتا ہے۔ منڈپ ان کے کام کرنے کی بھی جگہ ہوتی تھی جہاں گوجر گھی بنایا کرتے تھے جس کو وہ نچلے علاقے میں فروخت کے لیے لے جاتے تھے۔ آج کل اُنہوں نے براہِ راست بسوں اور ٹرکوں میں دودھ لے جانا شروع کر دیا ہے۔ چونکہ بھینس پہاڑوں کی زیادہ بلندی پر نہیں چڑھ سکتیں، اس لیے یہ منڈپ تقریباً 10,000 سے 11,000 فٹ کی بلندی سے زیادہ اوپر نہیں بنائے جاتے۔

© NCERT not to be republished

شکل.3 – بھیڑوں کی اون اتروانے کے لیے انتظار کرتے گدی: ہماچل پردیش میں واقع پالم پور کے نزدیک اوہل گھاٹی

وہ اپنا واپسی کا سفر شروع کرتے تھے۔ راستے میں وہ دوبارہ لاہول اور اسپتی کے گاؤں میں رکتے ہیں جہاں وہ اپنی سردیوں کی فصل بو دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ شوالک کی پہاڑیوں پر اُپنے گلوں کے ساتھ سردی کے چراگاہی علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ ایک بار پھر اگلے اپریل میں، وہ اپنی بھیڑ بکریوں کے ساتھ گرمیوں کے مرغزاروں میں اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔

نئے الفاظ

بگیال- بلند پہاڑی علاقوں میں وسیع مرغزاروں کے میدان۔

بھابر – گڑھوال اور کماؤں کی نچلی پہاڑیوں کے دامن میں خشک جنگل سے ڈھکا علاقہ

مشرق بعید میں جانے پر، گڑھوال اور کماؤں میں گوجر مویشی گلہ بان سردیوں میں بھابر کے خشک جنگلات کی جانب نیچے آجاتے ہیں اور گرمیوں کے موسم میں بلند علاقوں پر واقع مرغزاروں میں چلے جاتے ہیں۔ ابتدا میں، ان میں سے بہت سے لوگ اچھی چراگاہوں کی تلاش میں اُنیسویں صدی میں جموں سے آئے اور اُتر پردیش کی پہاڑیوں میں بس گئے۔

شکل.4 – اون اترواتی ہوئی گدی کی بھیڑیں

ستمبر آنے تک گدی چرواہے بلندیوں پر موجود مرغزاروں سے واپس آتے ہیں۔ اپنے واپسی کے راستے پر وہ اپنی بھیڑوں کی اون اتروانے کے لیے تھوڑی سی مدت کے لیے رکتے ہیں۔ اون اُتارنے سے پہلے بھیڑوں کو نہایا اور صاف کیا جاتا ہے۔

گرمیوں اور سردیوں کی چراگاہوں کے درمیان آمدورفت کا یہ نمونہ ہمالیائی سلسلے کے اکثر چراگاہی گروہوں کی ایک خاصیت تھی۔ جن میں بھوٹیا، شیرپا اور کنوری بھی شامل ہیں۔ ان سب ہی گروہوں کو موسمی تبدیلیوں سے مطابقت پیدا کرنی پڑی اور مختلف مقامات پر حاصل چراگاہوں کا استعمال موثر طور پر کرنا پڑا۔ جب کسی ایک جگہ چراگاہیں ختم ہوتیں یا ناقابل استعمال ہو جاتیں وہ اپنے گلوں کے ہمراہ نئے مقامات پر چلے جاتے تھے۔ اس مسلسل سفر سے چراگاہیں دوبارہ ہری بھری ہو جاتیں اور اس سے ضرورت سے زیادہ استعمال سے بھی بچ جاتی تھیں۔

1.2 پٹھاروں، میدانوں اور ریگستانوں میں

چرواہوں کی سرگرمیاں صرف پہاڑوں تک ہی محدود نہ تھیں۔ یہ ہندوستان کے پٹھاروں، میدانوں اور ریگستانوں میں بھی پائے جاتے تھے۔ دھنگر مہاراشٹر کا ایک اہم چرواہا گروہ تھا۔ بیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں اس علاقے کے اندر اُن کی آبادی تقریباً 4,67,000 تھی۔ ان میں زیادہ تر چرواہے تھے، کچھ لوگ کمبل اور چادریں بُننے کا کام کرتے تھے، کچھ بھینسیں پالتے تھے۔ دھنگر چرواہے مانسونوں کے دنوں میں مہاراشٹر کے مرکزی پٹھار میں قیام کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا نیم خشک علاقہ تھا جہاں بارش اور مٹی خراب تھی۔ یہ علاقہ کٹیلی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہاں باجرے جیسی سوکھی فصلوں کے علاوہ کوئی

شکل.5 – مغربی راجستھان میں تھار کے ریگستان پر چرتے ہوئے رائیکا گروہ کے اونٹ
یہاں پائے جانے والے اونٹ صرف خشک اور کانٹے دار جھاڑیوں پر زندہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن بقدر ضرورت چرائی کے لیے ان کو ایک وسیع علاقے پر جاکر چرائی کرنی پڑتی ہے۔

دوسری فصل بوئی نہیں جاسکتی تھی۔ مانسون کے زمانے میں یہ خطہ دھنگر کے گلوں کے لیے ایک وسیع چراگاہ میں تبدیل ہوجاتا تھا۔ اکتوبر آنے تک دھنگر اپنی باجرے کی فصل کاٹ لیا کرتے تھے اور اپنا سفر مغرب کی جانب شروع کرتے تھے۔ تقریباً ایک ماہ چلتے رہنے کے بعد وہ کونکن جا پہنچتے تھے۔ یہ پھلتا پھولتا ایک ایسا زراعتی خطہ تھا جہاں بارش خوب ہوتی تھی اور مٹی بھی خوب زرخیز تھی۔ یہاں کونکنی کسان ان کا خیر مقدم کرتے تھے۔ اس موقع پر خریف کی فصل کی کٹائی کے بعد، کھیتوں کو زرخیز بنانا پڑتا تھا اور ربیع کی فصل کے لیے تیار کرنا پڑتا تھا۔ دھنگر کے گلّے اپنے فُضلوں سے کھیتوں کو کھاد مہیا کرتے تھے اور پودوں کے ٹھوٹھ کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ کونکنی کسان ان کو چاول بھی دیتے تھے جس کو یہ چرواہے ایسے پٹھاری علاقے میں لے جاتے تھے جہاں یہ کمیاب ہوتے ہیں۔ مانسون شروع ہوتے ہی دھنگر اپنے گلّوں کے ساتھ کونکن اور ساحلی علاقوں کو چھوڑ دیتے تھے اور خشک پٹھار پر واقع اپنی بستیوں میں واپس لوٹ جاتے تھے۔ اس کی یہ وجہ تھی کہ ان کی بھیڑیں گیلے مانسونی حالات کو برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔

کرناٹک اور آندھرا پردیش میں وسطی پٹھار کنکر، پتھر اور گھاس سے ڈھکا تھا۔ جہاں مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کے گلہ بان رہتے تھے۔ گولّہ مویشیوں کی گلہ بانی کرتے تھے۔ کرومااور کروبا بھیڑ بکریاں پالتے تھے اور بنے ہوئے کمبل فروخت کرتے تھے۔ ان کی رہائش گاہیں جنگل کے قریب ہوتی تھیں، یہ زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر کاشتکاری کرتے تھے، مختلف قسم کے چھوٹے موٹے کاروبار کرتے تھے اور

نئے الفاظ

ربیع – عام طور سے مارچ کے بعد کاٹی جانے والی موسمِ بہار کی فصل۔
خریف – عام طور سے ستمبر اور اکتوبر کے درمیان موسم خزاں میں کاٹی جانے والی فصل۔
پودوں کے ٹھوٹھ – فصل کی کٹائی کے بعد زمین میں بچے پودوں کے ڈنٹھل کے سرے۔

اپنے گلوں کی نگہبانی کرتے تھے۔ پہاڑی چرواہوں کے برعکس یہاں کے چرواہوں کا ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا سردی اور گرمی سے طے نہیں ہوتا تھا بلکہ برسات اور خشک موسم کے حساب سے اپنی جگہ بدلتے تھے۔ خشک موسم میں یہ ساحلی علاقوں میں چلے جاتے تھے اور جب بارش شروع ہوتی تو علاقہ چھوڑ دیتے تھے۔ صرف بھینسیں ہی مانسون کے مہینوں کے دوران ساحلی علاقوں کے دلدلی اور گیلے حالات میں رہنا پسند کرتی تھیں۔ ان حالتوں میں دوسرے گلوں کو خشک پٹھاری علاقوں میں لے جانا پڑتا تھا۔

مویشی چرانے والوں میں ایک جانا پہچانا نام بنجاروں کا بھی ہے۔ یہ اُتر پردیش، پنجاب، راجستھان، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر میں ہوا کرتے تھے۔ اپنے مویشیوں کے لیے اچھی چراگاہوں کی تلاش میں یہ طویل فاصلے طے کرتے تھے، یہ اناج اور چارے کے بدلے گاؤں والوں کو کاشتکاری میں کام آنے والے مویشی اور دوسرا سامان فروخت کرتے تھے۔

ماخذ B

متعدد سیاحوں سے ہمیں چراگاہی گروپوں کے بارے میں بہت سے تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔ اُنیسویں صدی کے ابتدا میں بکانن نے میسور سے گزر کر اپنے سفر کے دوران گولوں کو دیکھا تھا۔ اُس نے لکھا ہے:

''چھوٹے چھوٹے گاؤں میں اُن کے کنبے جنگل کے مضافات میں رہتے ہیں جہاں وہ چھوٹے چھوٹے قطعاتِ راضی پر کاشتکاری کرتے ہیں، کچھ مویشی بھی رکھتے تھے اور نزدیکی شہروں میں اپنی دودھ سے تیار شدہ اشیاء فروخت کرتے ہیں۔ اُن کے کنبے کافی بڑے تھے۔ ہر کنبے میں سات آٹھ جوان مرد ہونا ایک عام بات ہے۔ ان میں سے دو یا تین مرد جنگل میں گلوں کی نگرانی کرتے ہیں، جبکہ بقیہ کاشتکاری کرتے ہیں اور قصبات میں جلانے کی لکڑی اور چھپّر کے لیے گھاس پھوس فراہم کرتے ہیں۔''

اے جرنی فرام مدراس تھرو دی کنٹریز آف میسور، کنارا اینڈ مالابار، لندن، 1807،
فرانسس ہملٹن بکانن سے ماخوذ

سرگرمی

ماخذ A اور B کا مطالعہ کیجیے۔

1. چراگاہی کنبوں میں مرد اور عورتوں کے کام کی نوعیت کے بارے میں یہ آپ کو کیا بتاتے ہیں، مختصراً بیان کیجیے۔
2. چراگاہی گروپ اکثر جنگلات کے مضافات میں کیوں رہتے ہیں، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

راجستھان کے ریگستانوں میں رائیکا رہا کرتے تھے۔ اس خطے میں بارش معمولی اور غیر یقینی تھی۔ ہر سال کاشت شدہ کھیتوں پر فصلیں گھٹتی بڑھتی رہتی تھیں۔ زمین کے وسیع علاقے ایسے بھی تھے جہاں کوئی بھی فصل اُگائی نہیں جاسکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ رائیکا کاشتکاری بھی کیا کرتے تھے۔ مانسونوں کے دوران باڑمیر، جیسلمیر، جودھپور اور بیکانیر کے رائیکا اپنے اُن اصل گاؤں میں رہتے تھے جہاں چراگاہیں حاصل تھیں۔ اکتوبر آنے تک جب یہ چرائی کے علاقے خشک اور ختم ہو چکتے تھے، تو وہ دوسری چراگاہوں اور پانی کی تلاش میں نکل پڑتے تھے اور اگلے مانسون میں واپس لوٹ آتے تھے، رائیکاؤں کا ایک گروپ جو مرو (ریگستانی) رائیکا کہلاتا تھا، اونٹوں کی گلہ بانی کرتا تھا اور دوسرا گروپ بھیڑ بکریاں پالتا تھا۔

شکل 6: اپنی بستی میں ایک اونٹ گلہ بان
یہ راجستھان میں جیسلمیر کے نزدیک ایک ریگستانی علاقہ ہے۔ اس خطے کے اونٹوں کے گلہ بان مَرو (ریگستان) ہیں اور اُن کی بستی ڈھنڈی کہلاتی ہے۔

© NCERT not to be republished

شکل.7 – مغربی راجستھان میں بلوترا کے مقام پر ایک اونٹ میلہ

اونٹوں کی گلہ بانی کرنے والے لوگ میلے میں اونٹوں کی خرید وفروخت کرنے آتے ہیں۔ مرو رائیکا بھی اپنے اونٹوں کو تربیت دینے میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس میلے میں گھوڑے بھی فروخت کے لیے آتے ہیں۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ان چراگاہی گروہوں کی زندگی متعدد عوامل پر دھیان رکھ کر ہی باقی رہتی تھی۔ اُن کو اندازہ یہ لگانا پڑتا تھا کہ کسی ایک علاقے میں اُن کے گلے کتنی مدت تک ٹھہر سکتے تھے اور یہ جاننا بھی ضروری تھا کہ اُن کو پانی اور چراگاہیں کس جگہ مل سکتی تھیں۔ اُن کو اپنی آمد ورفت کے صحیح اوقات کا اندازہ لگانے کی ضرورت پیش آتی تھی اور اس امر کو بھی یقینی بنایا جاتا تھا کہ مختلف علاقوں سے گزرنے میں اُن کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ راستے میں آنے والے کسانوں کے ساتھ اُن کو رابطہ قائم کرنا پڑتا تھا تاکہ کٹی فصل کے کھیتوں میں وہ اپنے گلوں کو چرا سکیں اور اپنے جانوروں کے فضلے سے زمین کو کھاد مہیا کر سکیں۔ ان کے سفر میں اپنی روزی روٹی کمانے میں کاشتکاری، تجارت اور گلے بانی جیسی سرگرمیاں شامل تھیں۔

نوآبادیاتی حکومت کے تحت چرواہوں کی طرزِ زندگی میں تبدیلیاں کس طرح آئیں؟

شکل.8 – پشکر میں اونٹ میلہ

شکل.9 – رائیکا کے ایک گروپ کے ساتھ ایک مرو رائیکا ماہرالانساب

ایک ماہرالانساب (حسب نسب کا شجرہ تیار کرنے کا ماہر) اپنے گروہ کی تاریخ یاد دلاتا ہے۔ ایسی زبانی روایات چراگاہی گروپوں کے اندر اپنی شناخت کا احساس پیدا کرتی ہیں۔ یہ زبانی روایات ہم کو بتا سکتی ہیں کہ یہ گروہ اپنے ہی ماضی کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔

شکل.10 – مالدھاری گلے بان چراگاہ کی تلاش میں سرگرم ہیں۔ ان کے گاؤں کچھ کی رَن میں۔

نوآبادیاتی حکومت کے تحت چرواہوں کی زندگی میں ڈرامائی تبدیلی آئی۔ اُن کی چراگاہوں کے رقبے گھٹنے لگے، اُن کی آمدورفت کے قواعد وضوابط طے کیے گئے اور اس لگان یا ٹیکس میں جو وہ ادا کرتے تھے اضافہ ہوگیا۔ اُن کے زراعتی ذخائر گھٹنے لگے اور اُن کی تجارت اور حرفت بری طرح متاثر ہوئی۔ کس طرح؟

اس کی پہلی وجہ: نوآبادیاتی حکومت تمام چراگاہوں کو کاشت کاری کے لیے فارموں کی شکل میں تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ زمین کا لگان حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ تھا۔ کاشتکاری کی توسیع سے اس کی مال گزاری کی رقم بڑھ سکتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ کاشتکاری کی توسیع سے جوٹ، کپاس، گیہوں اور دوسری زراعتی پیداوار کو بڑھایا بھی جا سکتا تھا جس کی انگلینڈ میں ضرورت تھی۔ نوآبادیاتی افسران کی نظر میں تمام غیر کاشت شدہ زمین غیر پیداواری تھی کیونکہ اس سے نہ تو مال گزاری (آمدنی) حاصل ہوتی تھی اور نہ ہی زراعتی پیداوار۔ اس کو ایک ایسی ''بنجر زمین'' کی شکل میں دیکھا جاتا تھا جس کو زیرِ کاشت لانے کی ضرورت تھی۔ اُنیسویں صدی کے وسط سے ملک کے مختلف حصوں میں بنجر زمین سے وابستہ اُصول مرتب کیے گئے۔ اُن اُصولوں کے تحت غیر کاشت شدہ زمینیں حاصل کی گئیں اور مخصوص افراد کو سونپ دی گئیں۔ اُن افراد کو متعدد رعایات دی گئیں اور ان پر کاشت کاری کی ہمت افزائی کی گئی۔ نئے صاف کیے ہوئے علاقوں میں، اُن میں سے چند کو گاؤں کا مکھیہ بنا دیا گیا۔ زیادہ تر علاقوں میں قبضہ کی ہوئی زمینیں دراصل ایسی چراگاہیں تھیں جن کو چرواہے مسلسل استعمال کرتے تھے۔ اس لیے کاشتکاری کی توسیع کا ایک ناگزیر مطلب چراگاہوں کا زوال اور چرواہوں کے لیے مستقبل میں آنے والے مسائل تھے۔

دوسری وجہ: اُنیسویں صدی کے وسط تک مختلف صوبوں میں مختلف جنگلات قوانین وضع ہوئے۔ ان قوانین کے ذریعہ وہ جنگلات جہاں دیودار یا سال جیسی تاجرانہ بنیادوں پر قیمتی لکڑی پیدا ہوتی تھی ''محفوظ'' قرار دیئے گئے۔ کسی بھی چرواہے کو ان جنگلات تک رسائی حاصل نہ تھی۔ دوسرے جنگلات کی درجہ بندی بھی ''محفوظ شدہ'' کے زمرے میں کی گئی۔ ان جنگلات میں چرانے کے لیے چرواہوں کو چند رواجی حقوق دیئے گئے لیکن اُن کی آمدورفت کو سختی سے محدود کیا گیا۔ نوآبادیاتی افسران کا خیال تھا کہ مویشیوں کے چرانے کا عمل اُن نونہال پودوں اور پیڑوں کی پھوٹتی شاخوں کو نقصان پہنچاتا ہے جو جنگلات کی زمین پر اُگتے ہیں۔ چرائی کرنے والے گلّے ان نونہالوں کو روند ڈالتے تھے اور پھوٹتی شاخوں کو کُتر کُتر کر کھا لیتے تھے۔ اس سے نئے پیڑوں کی نشوونما رُک جاتی تھی۔

جنگل قوانین نے چرواہوں کی طرزِ زندگی کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ اب اُن کا داخلہ متعدد ایسے جنگلات میں ممنوع تھا جو پہلے کبھی اُن کے مویشیوں کو چارہ مہیا کرتے تھے۔ اگر چند علاقوں میں اُن کو جانے کی اجازت دی بھی گئی تھی، تو یہ آمدورفت بھی ضابطہ بند تھی۔ مثلاً اُن کو جنگلات میں داخلے کے لیے

ماخذ C

ڈپٹی کنزرویٹر آف فارسٹس (جنگلات کا محافظ) دارجیلنگ، ایچ۔ ایس۔ گبسن نے 1913 میں لکھا تھا:

''وہ جنگل جو چرائی کے لیے استعمال ہوتا ہے، کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا اور اس سے لکڑی اور ایندھن حاصل نہیں ہو سکتا جو جنگل کی اہم قانونی پیداوار ہے۔''

سرگرمی

مان لیجیے کہ جنگلوں میں جانوروں کو چرانے پر روک لگا دی گئی ہے اس بات پر مندرجہ ذیل نقطۂ نظر سے رائے ظاہر کیجیے:

- فاریسٹ آفیسر
- چرواہا

نئے الفاظ

رواجی حقوق – رواج اور روایات سے ملنے والے حقوق۔

اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ جنگل میں اُن کے آمد و رفت کے اوقات مقرر تھے۔ جنگل میں اُن کے قیام کے دوران کی تعداد بھی محدود تھی۔ جنگل میں چارا حاصل ہونے، عمدہ اور رسیلی گھاس ہونے اور جنگل کے اندر کافی تل جھاڑیاں (undergrowth) ہونے پر بھی چرواہے جنگل میں نہیں رُک سکتے تھے۔ اُن کو جنگل اس لیے چھوڑنا پڑتا تھا کہ محکمہ جنگلات کے دیئے ہوئے اجازت ناموں کے مطابق اُس کو (محکمۂ جنگلات کو) اُن کی جنگلاتی زندگی پر نگرانی کرنے کا پورا اختیار حاصل تھا ان اجازت ناموں میں اُن تاریخوں کی بھی صراحت کی جاتی تھی جب وہ قانونی طور سے جنگل میں قیام کر سکتے تھے۔ اگر وہ جنگل میں معینہ مدت سے زیادہ قیام کرتے تو وہ جرمانے کے موجب تھے۔

تیسری وجہ: انگریز افسران خانہ بدوش لوگوں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ ایسے گھومنے پھرنے والے دستکاروں اور تاجروں پر بھروسہ نہیں کرتے تھے جو گاؤں میں پھیری کر کے اپنی اشیاء فروخت کرتے تھے یا اُن چرواہوں پر بھی بھروسہ نہ تھا جو ہر موسم میں اپنے گلّوں کے لیے اچھی چراگاہوں کی تلاش میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ نوآبادیاتی حکومت کسی مخصوص جگہ پر آباد لوگوں پر حکومت کرنا چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ دیہی لوگ متعینہ کھیتوں پر مقررہ حقوق کے ساتھ مقررہ مقامات پر رہیں۔ ایسی آبادی کو شناخت کرنا اور اُن پر نگرانی رکھنا آسان کام تھا۔ جو لوگ ایک ہی جگہ پر آباد تھے، وہ امن پسند اور قانون کے مطابق عمل کرنے والے سمجھے جاتے تھے۔ جو لوگ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے، جرائم پیشہ سمجھے جاتے تھے۔ 1871 میں نوآبادیاتی حکومت نے مجرمانہ قبائل سے وابستہ قانون (Criminal Tribes Act) پاس کیا۔ اس قانون کے تحت بہت سے دستکار، تاجر اور چرواہوں کو جرائم پیشہ قبائل کے زمرے میں لایا گیا۔ ان کے بارے میں کہا یہ گیا کہ یہ قبائل فطرتی اور پیدائشی مجرم ہیں۔ اس قانون کے نافذ ہوتے ہی ان گروہوں سے اُمید یہ کی جاتی تھی کہ یہ گاؤں کی اعلان کردہ آبادیوں میں ہی رہیں۔ پرمٹ کے بغیر ان کو باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ گاؤں کی پولیس ان پر مسلسل نظر رکھتی تھی۔

چوتھی وجہ: مال گزاری سے حاصل اپنی آمدنی کو بڑھانے کے لیے نوآبادیاتی حکومت ٹیکس عائد کرنے کے ہر امکانی ذریعہ پر نظر رکھتی تھی۔ اس لیے زمین، نہری پانی، نمک، تجارتی اشیاء اور یہاں تک کہ جانوروں پر بھی ٹیکس تھوپے گئے۔ چرواہے کو چراگاہوں پر اپنے ہر چرائی کرنے والے جانور پر ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ ہندوستان کے زیادہ تر چراگاہی علاقوں پر اُنیسویں صدی کے وسط میں چرائی ٹیکس شروع کیا گیا۔ فی مویشی کے حساب سے ٹیکس میں تیزی سے اضافہ ہوا اور وصولی نظام بے حد کارگر بنایا گیا۔ 1850 اور 1880 کے دہوں کے درمیان ٹیکس وصول کرنے کا حق ٹھیکیداروں کے ہاتھ نیلام کر دیا گیا۔ یہ ٹھیکیدار زیادہ سے زیادہ ٹیکس وصول کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ وہ اُس رقم کو واپس لیں جو اُنھوں نے حکومت کو ادا کی تھی اور ساتھ ہی ایک سال کے اندر اندر زیادہ سے زیادہ منافع بھی حاصل کریں۔ 1880 کا دہا آنے تک حکومت نے چرواہوں سے براہِ راست ٹیکس وصول کرنا شروع کیا۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک پاس دیا جاتا تھا۔ چرائی والے علاقے میں داخل ہونے کے لیے گلّہ بان کو یہ پاس دکھا کر ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ مویشیوں کی تعداد اور ٹیکس کی شکل میں ادا کی گئی رقم کا اندراج پاس میں کیا جاتا تھا۔

ماخذ D

1920 کے دہے میں زراعت کے رایل کمیشن نے رپورٹ پیش کی:
بڑھتی آبادی، آب پاشی سہولیات میں توسیع اور حکومت کے مقاصد کے لیے چراگاہیں حاصل کرنے کی وجہ سے کاشتکاری کے تحت علاقے کی توسیع کے ساتھ، چرائی کے لیے حاصل علاقے کی حدود میں بے حد کمی واقع ہوئی ہے۔ دفاع، ''ممنوعہ''، صنعتیں اور زراعتی تجرباتی فارم ان مقاصد کی مثالیں ہیں۔ اب افزائش نسل کرنے والوں کے لیے بڑے بڑے گلّے حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس طرح اُن کی آمدنی بھی گھٹ گئی ہے۔ اُن کے مویشیوں کا معیار گر گیا ہے، خوراک کے معیاروں میں گراوٹ آئی ہے اور قرض داری میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

دی رپورٹ آف رایل کمیشن آف اگریکلچر اِن انڈیا-1928

سرگرمی

تصور کیجیے کہ آپ 1890 کے دہے میں ہیں۔ آپ کا تعلق خانہ بدوش چرواہوں اور دستکاروں سے ہے۔ آپ کو علم یہ ہوا کہ آپ کی برادری کو جرائم پیشہ قبیلہ قرار دیا گیا ہے۔

- بیان کیجیے کہ آپ کو کیا محسوس ہوگا اور کیا کریں گے۔
- یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ قانون غیر منصفانہ ہے اور اس کا آپ کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا، مقامی کلکٹر کو ایک عرض داشت لکھیے۔

© NCERT not to be republished

2.1 ان تبدیلیوں نے چرواہوں کی زندگی پر کیا اثر ڈالا؟

نوآبادیاتی حکومت کی جانب سے اُٹھائے گئے ان اقدامات سے چراگاہی علاقوں میں تیزی سے کمی واقع ہوئی۔ جب چراہی کے میدانوں کو قبضہ کر کے کاشتکاری کی زمینوں میں بدلا گیا تو سابقہ چراگاہی علاقہ گھٹنے لگا۔اسی طرح سے جنگلات کے تحفظ کا مطلب تھا کہ چرواہے اور گلہ بانی کرنے والے آزادانہ طور سے اپنے مویشی جنگلات میں نہیں چرا سکتے تھے۔

کیونکہ چراگاہوں کو کاشت کی زمینوں میں بدل دیا گیا، اس لیے موجودہ جانوروں کو صرف باقی بچی چراگاہوں پر ہی جانا پڑا۔اس سے ان چراگاہوں پر حد سے زیادہ چرائی ہونے لگی۔ عام طور سے خانہ بدوش چرواہے اپنے جانوروں کو کسی ایک علاقے پر چراتے تھے اور اُس کے بعد دوسرے علاقے میں چل پڑتے تھے۔اس چراگاہی آمدورفت سے نباتات کی نشوونما کی قدرتی بازیابی کے لیے وقت مل جاتا تھا۔ جب چراگاہی آمدورفت پر پابندیاں عائد کی گئیں تو باقی بچی چراگاہوں کا استعمال مسلسل ہونے لگا اور ساتھ ہی چراگاہوں کا معیار بھی گرنے لگا۔اس حالت نے جانوروں کے لیے چارے کی کمی پیدا کردی اور ساتھ ہی جانوروں کی تعداد میں بھی کمی واقع ہوئی۔قلت اور وباؤں کے زمانے میں بھوکے مویشی کافی بڑی تعداد میں مرنے لگے۔

© NCERT not to be republished

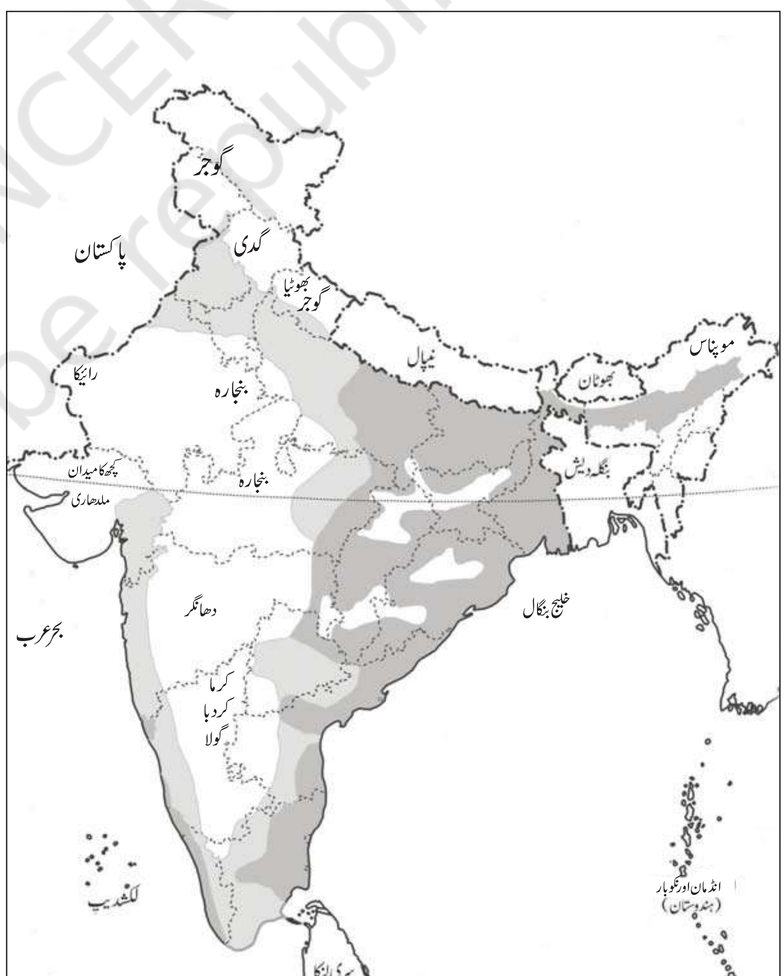

شکل.11 – ہندوستان میں چرواہوں کے علاقے
اس نقشے میں صرف اُن چراگاہی گروہوں کے علاقوں کو دکھایا گیا ہے۔جن کا اس باب میں ذکر ہوا ہے۔ان کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دوسرے چراگاہی قبائل بھی موجود ہیں۔

2.2 چرواہوں نے ان تمام تبدیلیوں کا مقابلہ کس طرح کیا؟

چرواہوں پر مختلف طرح سے ان تبدیلیوں کا ردّعمل ہوا، چند ایسے تھے جنھوں نے اپنے مویشیوں کی تعداد گھٹا دی، کیونکہ اتنی چراگاہیں باقی ہی نہ بچی تھیں جن پر مویشیوں کی اتنی بڑی تعداد کو چرایا جا سکتا۔ جب پرانی چراگاہوں پر آمد و رفت منتقل ہوگئی تو چند گلہ بان ایسے بھی تھے جنھوں نے نئی چراگاہیں تلاش کر لیں۔ مثال کے طور پر 1947 کے بعد اونٹوں اور بھیڑوں کی گلہ بانی کرنے والے رائیکاؤں نے پہلے کی طرح سندھ جانا اور وہاں سندھ ندی کے کنارے اپنے اونٹوں کو چرانا بند کر دیا۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان سیاسی سرحدوں نے اُن کی آمدورفت پر پابندی لگا دی۔ اس لیے اُن کو اپنے جانوروں کے لیے نئے مقامات تلاش کرنے پڑے۔ حالیہ سالوں میں وہ ہریانہ کے اندر ہجرت کر جاتے ہیں جہاں فصل کی کٹائی کے بعد زراعتی کھیتوں پر بھیڑ بکریاں چر سکتی ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کھیتوں کو کھاد کی ضرورت پیش آتی ہے جو جانوروں کے فضلات مہیا کرتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چند مالدار چرواہوں نے زمین خرید کر آباد ہونا اور اپنی خانہ بدوش زندگی کو چھوڑنا شروع کر دیا۔ ان میں چند ایسے تھے جو ایک ہی جگہ آباد ہو کر کاشتکاری کرنے والے کسان بن گئے جبکہ دوسروں نے وسیع پیمانے پر تجارت شروع کر دی۔ اس کے برعکس بہت سے غریب چرواہے ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنی بقا کے لیے ساہوکاروں سے روپیہ قرض لینا شروع کیا۔ کئی مثالیں ایسی ہیں جب وہ اپنے مویشیوں اور بھیڑوں سے محروم ہو گئے۔ اس لیے وہ کھیتوں اور چھوٹے چھوٹے قصبات میں کام کرنے والے مزدور بن گئے۔

چرواہوں کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو نہ صرف باقی رہا، بلکہ بہت سے خطوں میں حالیہ دہوں میں اُن کی تعداد بڑھ گئی۔ جب کسی ایک جگہ کی چراگاہیں اُن کے لیے بند ہوئیں، اُنھوں نے اپنی آمد و رفت کی سمت ہی بدل دی، اپنے گلّہ کا سائز گھٹا دیا، آمدنی کے لیے دوسرے کام بھی کرنے لگے اور نئی دنیا کی تبدیلیوں کے مطابق خود کو ڈھال لیا۔ بیشتر ماہرین ماحولیات کا خیال ہے کہ خشکی والے پہاڑوں میں چراگاہی پیشہ آج بھی ماحولیاتی طور سے زندگی کی سب سے زیادہ باقی رہنے والی شکل ہے۔

ایسی تبدیلیوں کا تجربہ صرف ہندوستان میں موجود چراگاہی کمیونٹی کو نہیں ہوا۔ دنیا کے بیشتر دوسرے حصوں میں نئے قوانین اور آبادکاری کے نمونوں نے چرواہا کمیونٹی کو اپنی زندگیاں بدلنے پر مجبور کیا۔ دوسرے مقامات پر چرواہا کمیونٹی نے جدید دنیا میں آئی ان تبدیلیوں کا مقابلہ کس طرح کیا؟

3 افریقہ میں چراگاہی پیشہ

آیئے اب اپنا رُخ افریقہ کی جانب کرتے ہیں جہاں دنیا کی آدھی چرواہا آبادی رہتی ہے۔آج بھی 22 ملین (2 کروڑ20لاکھ) سے بھی زیادہ افریقی اپنے گزارے کے لیے چراگاہی سرگرمیوں کی کسی نہ کسی شکل پر منحصر ہیں۔ان میں بدو، بربرز، ماسائی،سومالی، بوران اورترُکانا جیسی برادریاں شامل ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ یا تو نیم خشک گھاس کے میدانوں میں رہتے ہیں یا پھر اُن خشک ریگستانوں میں رہتے ہیں جہاں بارش پر منحصر زراعت بہت مشکل ہے۔ یہ لوگ مویشی، اونٹ، بھیڑیں، بکریاں اورگدھوں کی افزائش کرتے ہیں اور دودھ، گوشت، جانوروں کی کھال اور اُون فروخت کرتے ہیں۔ چند ایسے بھی ہیں جو تجارت اور بار برداری سے پیسہ کماتے ہیں۔جبکہ دوسرے وہ لوگ ہیں جو چراگاہی کے ساتھ زراعت بھی کرتے ہیں، جبکہ وہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی معمولی آمدنی میں اضافہ کرنے اور چراگاہی پیشے سے غیر یقینی آمدنی کی تکمیل کے لیے متفرق کام کرتے ہیں۔

ہندوستان کے چرواہوں کی طرح، افریقی چرواہوں کی زندگی میں بھی نوآبادیاتی اور بعداز نوآبادیاتی زمانوں میں ڈرامائی تبدیلی آئی۔ یہ تبدیلیاں کیا ہیں؟

شکل.12 – پس منظر میں کلیمنجارو پہاڑ کے ساتھ ماسائی لینڈ کا منظر

بدلتے حالات سے مجبور ہو کر ماسائی باشندے مکئی کے کھانے، چاول، آلو اور بندگوبھی جیسی دوسرے علاقوں کی پیداوار کے عادی ہو چکے ہیں۔ روایتی طور سے وہ ایسی غذاؤں پر ناک بھوؤں چڑھاتے تھے۔ ماسائی باشندوں کا عقیدہ تھا کہ فصل کی پیداوار کے لئے زمین کی جتائی قدرت کے خلاف ایک جرم ہے۔ اگر آپ زمین پر کاشتکاری شروع کر دیں تو وہ مویشی چرانے کے لیے موزوں نہیں رہتی۔ بشکریہ: دی ماسائی ایسوسی ایشن۔

شکل.13 – افریقہ میں چراگاہی کمیونیٹیاں
نقشے میں دیے گئے قبائل کے نام کینیا اور تنزانیہ میں ماسائی باشندوں کے وقوع کو دکھاتے ہیں۔

ہم چراگاہی برادری کے باشندوں کے مسائل پر نظر ڈالتے ہوئے، چند ایسی ہی تبدیلیوں پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ ماسائی مویشی گلہ بان بنیادی طور سے مشرقی افریقہ کے، 3,00,000 جنوبی کینیا میں اور 1,50,000 تنزانیہ میں رہتے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ نئے قوانین نے کس طرح اُن کو ان کی زمینوں سے محروم کیا اور ان کی آمد ورفت کو بھی محدود کر دیا۔ اس صورت حال نے خشک سالی کے زمانے میں اُن کی زندگی کو کس طرح متاثر کیا جس کی وجہ سے اُن کے سماجی تعلقات یکسر بدل گئے۔

3.1 چراگاہیں کہاں چلی گئیں؟

اُن متعدد مسائل میں جن کا سامنا ماسائیوں کو کرنا پڑا، اُن کی چراگاہوں کا نقصان بھی ایک تھا۔ نوآبادیاتی زمانے سے پہلے ماسائی لینڈ کینیا سے لے کر شمالی تنزانیہ کے اسٹیپو کے وسیع علاقے تک پھیلا ہوا تھا۔ اُنیسویں صدی کے آخری حصے میں یوروپی طاقتوں نے افریقہ میں علاقائی مقبوضات کے لیے دخل اندازی کی ابتدا کی، جس کے نتیجہ میں یہ خطہ مختلف نوآبادیات میں بانٹ دیا گیا۔ 1885 میں برٹش، کینیا اور جرمن تانگانیکا کے درمیان بین الاقوامی سرحد کے ساتھ ماسائی لینڈ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس تقسیم کے نتیجہ میں سفید فام لوگوں کی آبادکاری کے لیے بہترین چراگاہوں پر قبضہ کر لیا گیا اور ماسائیوں کو جنوبی کینیا اور شمالی تنزانیہ کے چھوٹے سے علاقے میں دھکیل دیا گیا۔ ماسائیوں کو اپنے نوآبادیاتی زمانے سے

ٹنگانیکا کی سرزمین پر:
پہلی عالم گیر جنگ کے زمانے میں برطانیہ نے جرمن مشرقی افریقہ کو فتح کر لیا۔ 1919 میں تانگانیکا برٹش قبضے میں آ گیا۔ اس نے 1961 میں آزادی حاصل کی اور 1964 میں تنزانیہ کی شکل میں زنزیبار کے ساتھ شامل ہو گیا۔

پہلے کے تقریباً 60 فیصد علاقے سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ لوگ غیر یقینی بارش اور بہت کم چراگاہوں والے خشک حصے میں محدود ہوکر رہ گئے۔

اُنیسویں صدی کے اواخر میں برٹش نوآبادیاتی حکومت نے بھی مشرقی افریقہ میں کاشتکاری کی توسیع کے لیے مقامی کمیونٹی کی حوصلہ افزائی کی۔ کاشتکاری کی توسیع کے ساتھ چراگاہیں کاشت کی زمینوں میں تبدیل کردی گئیں۔ نوآبادیاتی زمانے سے پہلے ماسائی چرواہوں کا اپنے زراعت پیشہ پڑوسیوں پر معاشی اور سیاسی دونوں طور سے تسلط تھا۔ لیکن نوآبادیاتی دَور کے آخری زمانے تک یہ صورت یکسر بدل کر رہ گئی۔

اب نئی صورت حال کے مطابق، چراگاہوں کے بڑے بڑے علاقے شکارگاہوں کے لیے محفوظ کردیے گئے جن میں کینیا کے ماسائی مارا اور سمبورو نیشنل پارک اور تنزانیہ میں سیرنگیٹی پارک شامل ہیں۔ چرواہوں کو ان محفوظ شکارگاہوں میں داخلے کی اجازت نہ تھی، نہ ہی وہ جانوروں کا شکار کرسکتے تھے اور نہ ہی وہ ان علاقوں میں اپنے گلے چرا سکتے تھے۔ اکثر یہ محفوظ شکارگاہیں ایسے علاقوں میں واقع تھیں جو ماسائی گلہ بانوں کے لیے روایتی طور سے چراگاہیں تھیں۔ مثال کے طور پر سیرنگیٹی نیشنل پارک، ماسائی چراگاہ کے 14,760 کلومیٹر سے بھی زیادہ علاقے پر بنایا گیا تھا۔

شکل.14 – گھاس کے بغیر مویشی اور بھیڑ بکریوں جیسے جانور تغذیہ کی کمی کی وجہ سے دبلے اور کمزور بن کر رہ جاتے ہیں، جس کا یہ مطلب ہے کہ خاندان اور اُن کے بچوں کے لیے کم غذا حاصل ہوگی۔ خشک سالی اور غذائی کمی والے سب سے زیادہ متاثر علاقے امبوسلی نیشنل پارک کے قرب وجوار میں واقع ہیں جنھوں نے پچھلے سال سیاحت میں تقریباً 240 ملین کینیائی شلنگ (تقریباً 35 لاکھ امریکی ڈالر) کمائے۔ ساتھ ہی ساتھ کلیمنجی رو واٹر پروجیکٹ کی تعمیر جن لوگوں کے علاقوں کو کاٹ کر ہوئی ہے، ان ہی گاؤں والوں کو آب پاشی یا اپنے جانوروں کے لیے پانی کے استعمال سے روک دیا گیا۔ بشکریہ: دی ماسائی ایسوسی ایشن۔

شکل **15.** – عنوان ''ماسائی'' لفظ ''ما'' (Maa) سے مشتق ہے۔ ماسائی کے معنی ''میرے لوگ'' ہیں۔ بنیادی طور پر ماسائی، خانہ بدوش اور چراگاہی لوگ ہیں جو اپنے گزارے کے لیے دودھ اور گوشت پر منحصر ہوتے ہیں۔ اونچے درجہ حرارت کے ساتھ کم بارش کی وجہ سے ایسے حالات بنتے ہیں جہاں پورا علاقہ خشک، دھول بھرا اور انتہائی گرم ہوتا ہے۔ خطِ استوائی گرمی کے اس نیم خشک علاقے میں خشک سالی کے حالات پیدا ہونا ایک عام بات ہے۔ ایسے حالات میں چراگاہی جانوروں کی بڑی تعداد مر جاتی ہے۔ بشکریہ: ماسائی ایسوسی ایشن۔

ماخذ E

افریقہ میں دوسرے مقامات پر بھی دوسری چراگاہی کمیونٹیوں کو ایسے ہی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنوب مغربی افریقہ میں نامیبیا کے اندر کاؤکولینڈ گلّے بان روایتی طور سے کاؤکولینڈ اور نزدیکی اووامبولینڈ کے درمیان گھومتے پھرتے تھے اور یہ قرب و جوار کے بازاروں میں کھالیں، گوشت اور دوسری تجارتی اشیاء فروخت کرتے تھے۔ یہ تمام سرگرمیاں اُن نئے علاقائی سرحدوں کے ضوابط نے روک دیں جس نے ان خطوں کے درمیان آمد و رفت کے سلسلے کو محدود کر دیا تھا۔

نامیبیا میں کاؤکولینڈ کے خانہ بدوش گلّے بانوں نے درج ذیل الفاظ میں اپنی شکایت درج کرائی تھی:

''ہم مشکل میں پڑے ہیں، ہم چیختے رہتے ہیں، بلکہ ہم کو تو قید کر دیا گیا ہے۔ ہمیں تو پتہ بھی نہیں کہ ہمیں کیوں بند کیا گیا ہے، ہم تو بس جیل میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمیں رہنے کے لیے کوئی جگہ میسر نہیں۔ ہمیں جنوبی علاقے سے گوشت بھی نہیں ملتا... ہماری تیار کھالیں باہر نہیں بھیجی جا سکتیں... اووامبولینڈ کے دروازے بھی ہمارے لیے بند ہیں۔ ہم عرصۂ دراز سے ہی اووامبولینڈ میں رہا کرتے ہیں۔ ہم اپنے مویشی بھیڑ بکریاں وہاں لے جانا چاہتے ہیں لیکن ہمارے لیے وہاں کی سرحدیں بند کر دی گئی ہیں۔ ان سرحدوں نے ہم کو مٹا کر رکھ دیا۔ اب حالات یہ ہیں کہ ہماری زندگی محال ہے۔''

کاؤکولینڈ گلّے بانوں کا بیان، نامیبیا، 1949۔

دی کلونیل انکپسولیشن آف دی نارتھ ویسٹرن نامبین پیسٹورل اکنامی، افریقہ (4) 68، 1998، مائیکل بالنگ کی تصنیف سے اقتباس۔

© NCERT not to be republished

ماخذ F

نوآبادیاتی افریقہ میں زیادہ تر مقامات پر پولیس کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ چرواہوں کی آمدورفت پر نظر رکھیں اور سفید فام لوگوں کے علاقوں میں ان کے داخلے کو روکیں۔ نامیبیا میں کاؤ کو لینڈ کے چرواہوں کی آمدورفت کو محدود کرنے کے لیے، جنوب مغربی افریقہ میں مجسٹریٹ نے پولیس کو ایک ایسی ہی ہدایت دی تھی:

''غیر معمولی حالات کو چھوڑ کر، ان مقامی لوگوں کو علاقے کے اندر داخلے کے لیے اجازت نہیں دینا چاہیئے .....''

درج بالا اعلان کا مقصد علاقے کے اندر مقامی لوگوں کے داخلے کی تعداد کو محدود کرنا اور اُن کی جانچ کرنا ہے، اور اسی لیے گھومنے پھرنے کا عام پاس ان کے لیے کبھی بھی جاری نہیں کیا جانا چاہیئے۔

'کاؤ کو لینڈر پرمٹ ٹوانٹر' آؤٹجو اور کامنجاب کے پولیس اسٹیشن کمانڈرز کے نام۔ مجسٹریٹ کا حکم۔ 24 نومبر 1937۔

بہترین چراگاہوں اور پانی کے رسائل سے محرومی نے زمین کے اُس چھوٹے سے علاقے پر دباؤ ڈالا، جس میں ماسائی قید ہوکر رہ گئے تھے۔ ایک چھوٹے سے علاقے کے اندر مویشیوں اور جانوروں کی چرائی کا ناگریز طور پر یہ مطلب تھا کہ چراگاہوں کا معیار گرنے لگا، چارے کی فراہمی ہمیشہ ہی کم رہی۔ مویشیوں کا پیٹ بھرنا ایک مسلسل مسئلہ بن کر کھڑا تھا۔

3.2 سرحدیں بند

اُنیسویں صدی میں، افریقی چرواہے چراگاہوں کی تلاش میں وسیع علاقوں میں گھوم پھر سکتے تھے۔ جب کسی ایک جگہ کی چراگاہیں ختم ہوتیں، یہ اپنے مویشی چرانے کے لیے مختلف علاقوں کا رُخ کر لیتے تھے۔ اُنیسویں صدی کے آخر میں نوآبادیاتی حکومت نے اُن کی آمدورفت پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر دیں۔

ماسائی قبیلے کی طرح، دوسرے چراگاہی گروپوں کو بھی خاص محفوظ علاقوں تک ہی محدود کر دیا گیا تھا۔ ان محفوظ علاقوں کی سرحدیں اب ایسی حدود بن گئیں جن کے اندر اب وہ گھوم پھر سکتے تھے۔ ان کو مخصوص اجازت ناموں کے بغیر، اپنے گلوں کے ساتھ ایسی حدود سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ تکلیف اور پریشانی کے بغیر ایسے اجازت نامے حاصل کرنا ایک دشوار کام تھا۔ ضوابط کی حکم عدولی کرنے والوں کو سنگین سزا دی جاتی تھی۔

چرواہوں کو سفید فام لوگوں کے علاقوں میں موجود بازاروں میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہ تھی۔ متعدد خطے ایسے بھی تھے جہاں اُن کو کسی بھی قسم کی تجارتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ سفید فام آبادکار اور یوروپی نوآبادکار، چرواہوں کو خطرناک اور وحشی لوگوں کی شکل میں دیکھتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ ان کے ساتھ ہر قسم کے کم سے کم روابط قائم کرنا ہی بہتر تھا۔ تاہم، ہر قسم کے روابط منقطع کرنا ہمیشہ ہی ممکن نہ تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان نوآبادکاروں کو کان کنی، سڑکوں اور شہروں کی تعمیر میں سیاہ فام مزدوروں پر منحصر رہنا پڑتا تھا۔

نئی علاقائی سرحدوں اور اُن پر تھوپی گئی پابندیوں نے اچانک چرواہوں کی زندگی ہی کو بدل ڈالی۔ اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے، اُن کی چراگاہی اور تجارتی دونوں سرگرمیوں پر بُرا اثر پڑا۔ پہلے

© NCERT not to be republished

چرواہے نہ صرف اپنے جانوروں کے گلّوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، بلکہ مختلف اشیاء کی تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ نوآبادیاتی حکومت کے تحت پابندیوں نے براہِ راست اُن کی تجارتی سرگرمیوں کو پورے طور سے تو نہیں روکا لیکن اب اُن پر مختلف پابندیاں ضرور عائد تھیں۔

3.3 جب چراگاہیں خشک ہو جاتی ہیں

خشک سالی، ہر جگہ چرواہوں کی زندگی پر برا اثر ڈالتی ہے جب بارش نہیں ہوتی اور چراگاہیں خشک ہو جاتی ہیں تو ان کے مویشیوں کے بھوکے مرنے کا امکان اُس وقت تک رہتا ہے، جب تک کہ اُن کو ایسے مقامات تک نہ لے جایا جائے جہاں چارہ حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ چرواہے، روایتی طور سے خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے آئے ہیں، یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے پھرتے ہیں۔ اُن کی خانہ بدوشی کی ایسی زندگی بُرے اوقات میں اُن کی بقا کو ممکن بناتی ہے اور بحران سے اُنہیں بچاتی ہے۔

لیکن نوآبادیاتی زمانے سے، ماسائی کمیونیٹی کو ایک مقررہ علاقے میں قید کر دیا گیا جو ایک محفوظ علاقے میں محدود تھا اور جس پر چراگاہوں کی تلاش میں اپنا علاقہ چھوڑنے پر پابندیاں عائد تھیں۔ بہترین چراگاہوں سے اُن کا رابطہ کٹ گیا اور یہ ایک ایسے نیم خشک علاقوں کے اندر رہنے پر مجبور تھے جہاں بار بار ہونے والی خشک سالیوں کے اندیشے ہمیشہ بنے رہتے تھے۔ چونکہ وہ اپنے مویشی ایسے علاقوں میں نہیں لے جا سکتے تھے جہاں چراگاہیں میسر تھیں، اس لیے، ایسی خشک سالیوں میں ماسائیوں کے مویشیوں کی ایک بڑی تعداد بھوک اور چارے کی قلت کی وجہ سے ختم ہوگئی۔ 1930 میں کی گئی تفتیش سے پتہ چلتا ہے کہ کینیا میں ماسائیوں کے پاس 7,20,000 مویشی 8,20,000 بھیڑیں اور 1,71,000 گدھے تھے۔ سخت قسم کی خشک سالی کے دو سالوں کے اندر اندر 1933 اور 1934 میں آدھے سے زیادہ مویشی ماسائی محفوظ علاقے ہی میں مر گئے۔

چراگاہی علاقوں میں کمی واقع ہونے کے ساتھ ساتھ، خشک سالی کے بدترین حالات کی شدت میں اضافہ ہوا، بار بار آنے والے بُرے اوقات کے نتیجہ میں چرواہوں کے مویشیوں میں لگاتار کمی آتی گئی۔

شکل.16 – نوٹ کیجئے کہ جنگجو کس طرح روایتی طرز کے گہرے سرخ شُوکا (لباس کا نام) رنگ برنگے دانوں کے ماسائی زیورات زیب تن کرتے ہیں اور پانچ فٹ کے لوہے کی نوکدار نیزے ساتھ رکھتے ہیں۔ اُن کے لمبے پیچ در پیچ بٹے ہوئے بال سرخی مائل گیروے رنگ کی جھلک پیش کرتے ہیں۔ روایت کے مطابق وہ طلوع ہوتے سورج کے احترام میں مشرق کی جانب چہرہ کرتے ہیں۔ جنگجو سماج کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے ہیں جبکہ لڑکے مویشیوں کی گلّے بانی کے ذمے دار ہیں۔ خشک سالی کے زمانے میں جنگجو اور لڑکے دونوں جانوروں کی گلّے بانی کرتے ہیں۔

3.4 سبھی مساویانہ طور سے متاثر نہیں ہوئے

افریقہ میں دوسرے مقامات کی طرح، ماسائی لینڈ میں بھی لوگ نوآبادیاتی زمانے میں آئی تبدیلیوں سے متاثر نہیں ہوئے۔ نوآبادیاتی زمانے سے پہلے ماسائی سماج کی تقسیم دو سماجی درجوں میں ہوتی تھی، یہ تھے بزرگ اور جنگجو۔ سماج کے بزرگوں سے حکمران گروپ بنتا تھا جو کمیونٹی کے معاملات کا فیصلہ کرنے اور جھگڑوں کا نمٹارا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً ہونے والے اجلاسوں میں شرکت کرتا تھا۔ جنگجوؤں میں نوجوان طبقہ شامل تھا جو خاص طور سے قبیلے کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ وہ اپنی کمیونیٹی کی حفاظت کرتے تھے اور دوسری کمیونیٹی کے مویشیوں پر دھاوا بول کر ان کے مویشی چھین کر لاتے تھے۔ سماج میں مویشیوں پر دھاوا بولنا ایک اہم کام تھا، خاص طور سے ایسے سماج میں جہاں مویشی ہی دولت تھے۔ جانوروں پر حملہ کرنے سے ہی مختلف چراگاہی گروپوں کی طاقت طے ہوتی تھی۔ نوجوانوں کو جنگجوؤں کے طبقے میں اُس

شکل 17۔ – آج بھی نوجوانوں کو جنگجو بننے سے پہلے واضح رسوم سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے، اگرچہ اصل رسوم اب عام نہیں ہیں۔ ان کو اپنی پوری حدود کے اندر تقریباً چار ماہ سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس کا اختتام ایک ایسے واقعہ سے ہوتا ہے جب وہ اپنے گھر کی جانب ایک دھاوا بولنے والے کے انداز میں دوڑ کر پہنچتے ہیں۔ اس رسم کے دوران لڑکے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے ہیں اور پورے دن بلا توقف ناچتے ہیں۔ زندگی کے نئے دور میں داخل ہونے کے لیے یہ عمر ایک عبوری مرحلہ ہے۔ لڑکیوں کو ایسی رسم سے ہوکر گزرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

وقت تسلیم کیا جاتا تھا جب وہ دوسرے چراگاہی گروپ کے مویشیوں پر دھاوا بول کر اور جنگوں میں شامل ہوتے ہوئے اپنی مردانگی کا ثبوت دیتے تھے۔ تاہم وہ اپنے بزرگوں کے احکامات کے طابع تھے۔

ماسائی لوگوں کے معاملات کا نظام چلانے کے لیے انگریزوں نے اقدامات اُٹھانے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جن کے اہم نتائج برآمد ہوئے۔ اُنہوں نے ماسائی لوگوں کے مختلف ذیلی گروپوں کے سرداروں کا تعین کیا جو قبیلے کے معاملات کے لیے ذمہ دار تھے۔ انگریزوں نے جانوروں پر دھاوا بولنے اور جنگی سرگرمیوں پر بھی متعدد پابندیاں لگادیں۔ جس کے نتیجہ میں بزرگوں اور جنگجوؤں دونوں کے روایتی اقتدار پر بُرا اثر پڑا۔

وقت گزرنے کے ساتھ، نوآبادیاتی حکومت کے مقرر کردہ سرداروں نے اکثر خوب دولت اکٹھا کی۔ اُن کی باقاعدہ آمدنی ہونی لگی جس سے وہ جانور، اشیاء اور زمین خرید سکتے تھے۔ وہ اپنے اُن غریب پڑوسیوں کو قرض دیا کرتے تھے جن کو ٹیکس کی ادائیگی کے لیے نقد روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ ان میں سے بیشتر شہروں میں رہنے لگے اور تجارت کا پیشہ اختیار کرلیا۔ اُن کی بیویاں اور بچے جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ یہ سردار جنگ کی تباہیوں اور خشک سالی سے بچنے کے لیے مدد کرتے تھے۔ ان کی چراگاہی اور غیر چراگاہی دونوں ہی سرگرمیوں سے آمدنی ہوتی تھی جس سے مویشیوں کی تعداد گھٹنے پر وہ مزید جانور خرید سکتے تھے۔

لیکن اُن غریب چرواہوں کی زندگی، جو صرف اپنے جانوروں پر منحصر تھے، بالکل مختلف تھی۔ اُن میں سے زیادہ تر ایسے تھے جن کے پاس بُرے حالات سے نکلنے کے لیے وسائل نہیں تھے۔ جنگ یا قحط سالی کے زمانے میں وہ اپنی ہر چیز سے محروم ہوجاتے تھے۔ اُن کو کام کی تلاش میں شہروں میں جانا پڑتا تھا۔ چند ایسے تھے جو چارکول جلانے کا کام کرکے اپنی زندگی تنگی سے گزارتے تھے، دوسرے متفرق کام کرکے اپنی روزی کماتے تھے۔ کچھ خوش قسمت ایسے بھی تھے جن کو سڑکوں یا عمارتوں کی تعمیر کا مستقل کام مل جاتا تھا۔

ماسائی سماج میں تبدیلیاں دو سطحات پر رونما ہوئیں، پہلی تبدیلی یہ تھی کہ بزرگوں اور جنگجوؤں کے درمیان

© NCERT not to be republished

عمر کو مدنظر رکھ کر روایتی فرق میں انتشار کے حالات پیدا ہوئے، اگر چہ یہ مکمل طور سے ختم نہیں ہوا۔ دوسری یہ کہ دولت منداور غریب چرواہوں کے درمیان ایک نئی تفریق پیدا ہوئی۔

نتیجہ

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جدید دنیا میں آئی تبدیلیوں کی وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف طریقے سے چراگاہی کمیونٹیاں متاثر ہوئی ہیں۔ نئے قوانین اور نئی سرحدوں نے اُن کی آمدورفت کے نمونوں کو متاثر کیا۔ اُن کی حرکت پر عائد پابندیوں کی وجہ سے چرواہوں کو چراگاہوں کی تلاش میں جگہ بدلنا ایک مشکل کام ہو گیا۔ جب چراگاہیں ختم ہوتی ہیں، جانوروں کی چرائی ایک مسئلہ بن جاتا ہے، جبکہ مسلسل چرائی کی وجہ سے باقی بچی چراگاہیں خراب ہو جاتی ہیں۔ خشک سالی کا زمانہ، بحران کا زمانہ اُس وقت بن جاتا ہے جب بڑی تعداد میں مویشی مرنے لگتے ہیں۔

ان تمام مسائل کے باوجود، چرواہے نئے زمانوں کے ساتھ خود کو ڈھالتے ہیں۔ وہ اپنی سالانہ نقل مکانی کے راستے بدلتے ہیں، مویشیوں کی تعداد گھٹاتے ہیں، نئے علاقوں میں داخلے کے لیے اپنے حقوق پر اصرار کرتے ہیں، راحت، امداد اور حمایت کی دوسری شکلوں کے لیے حکومت پر سیاسی دباؤ ڈالتے ہیں اور جنگلات اور پانی کے انتظام میں اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ آج چرواہے ماضی کی باقیات کی طرح نہیں ہیں۔ وہ ایسے لوگ بھی نہیں ہیں جن کا جدید دنیا میں کوئی مقام نہیں۔ ماہرین ماحولیات (Environmentalists) اور ماہرین معاشیات کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو تسلیم کرتی ہے کہ چراگاہی خانہ بدوشی بھی ایک ایسا طرزِ زندگی ہے جو دنیا کے بیشتر پہاڑی اور خشک علاقوں کے لیے بے حد موزوں ہے۔

شکل.18 – اپنے بھیڑوں کے گلے کے ساتھ جے پور شاہراہ پر جاتے ہوئے گلے بان۔
شاہراہ پر موٹر گاڑیوں کی بڑی تعداد نے گلے کی نقل مکانی کو نیا تجربہ بنا دیا ہے۔

سرگرمیاں

سرگرمیاں

1. تصور کیجیے کہ یہ 1951 کا زمانہ ہے اور آپ 60 سالہ ایسے رائیکا گلے بان ہیں جو آزادی کے بعد کے ہندوستان میں زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ اپنی پوتی کو اُن تبدیلیوں کے بارے میں بتا رہے ہیں جو آزادی کے بعد آپ کی طرزِ زندگی میں رونما ہوئی ہیں۔ آپ اس سلسلے میں جو کچھ کہیں گے اُس کو بیان کیجیے۔
2. تصور کیجیے کہ ماقبل نوآبادیاتی افریقہ میں ماسائی طرزِ زندگی اور ریتی رواجوں کے بارے میں آپ سے ایک مشہور رسالے میں ایک مضمون لکھنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ایک دلچسپ عنوان دے کر مضمون لکھئے۔
3. شکل 11 اور 13 میں دکھائی گئی چند چراگاہی کمیونیٹیوں کے بارے میں مزید معلومات جمع کیجیے۔

سوالات

?

1. وضاحت کیجیے کہ خانہ بدوش کمیونیٹی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کیوں آنا جانا پڑتا ہے۔ اس سلسلۂ آمدورفت سے ماحول کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟
2. بحث کیجیے کہ ہندوستان میں نوآبادیاتی حکومت نے درج ذیل قوانین کیوں پاس کیے۔ ہر صورت میں واضح کیجیے کہ ان قوانین نے چرواہوں کی زندگی کو کس طرح بدل کر رکھ دیا۔
   - ویسٹ لینڈ رولز (Rules)
   - فاریسٹ ایکٹ
   - کریمینل ٹرائبس ایکٹ
   - گریزنگ (چرائی) ٹیکس
3. وضاحت کرتے ہوئے وجوہات بتائیے کہ ماسائی کمیونیٹی اپنی چراگاہوں سے محروم کیوں ہوئی؟
4. اُس طریقے میں متعدد یکسانیتیں موجود ہیں جس کے مطابق ہندوستان اور مشرقی افریقہ میں چراگاہی کمیونیٹیوں کی زندگی میں جدید دنیا نے تبدیلیاں پیدا کیں۔ تبدیلیوں کی کوئی ایسی دو مثالیں دیجیے جو ہندوستانی چرواہوں اور ماسائی گلے بانوں کے لیے یکساں تھیں۔

© NCERT not to be republished